ادارہ

سیاحت نامۂ ابن فضلان

ماوراء النہر اور خوارزم میں مسلم مہمات کی کامیابی کے نتیجے میں، جب بہت سے مسلمان مجاہد اس خطّے میں آباد ہوگئے، بغداد، خراسان اور ماوراء النہر کے درمیان آمدورفت باقاعدہ ہو گئی اور مسلم معاشرت و سیاست کے زیرِ اثر مقامی آبادی حلقۂ اسلام میں بڑی تعداد میں داخل ہو گئی تو اس خطّے کے گرد و نواح میں اسلام کا پیغام پُرامن طور پر نفوذ کرنے لگا تھا۔ نویں صدی عیسوی کے آخر میں جن قبائل نے دعوتِ اسلام پر لبیک کہی، ان میں دریائے والگا کے کنارے آباد "بلغار" بھی شامل تھے۔ پروفیسر ٹی-ڈبلیو-آرنلڈ کے بیان کے مطابق یہ لوگ[1]

غالباً ان مسلمان تاجروں کے میل ملاپ سے مسلمان ہوئے تھے جو سمور اور شمالی ملکوں کی دوسری اشیاء کی تجارت کے سلسلے میں اُن کے ہاں آمدورفت رکھتے تھے۔

آج ایک ہزار سال کی گردشِ لیل و نہار کے باوجود یہ لوگ اسی جُغرافیائی خطّے میں آباد چلے آرہے ہیں۔ رشین فیڈریشن میں "کبارڈ نو بلکار" کی خود مختار جمہوریہ کی تقریباً دس لاکھ آبادی ستر فیصد بلغار مسلمانوں اور تیس فیصد دوسرے لوگوں پر مشتمل ہے۔

نویں صدی کے آخر یا دسویں صدی کے آغاز میں حاکمِ بلغار المش بن یلطوار نے عباسی خلیفہ المقتدر باللہ (۹۰۷ء - ۹۳۲ء) سے درخواست کی کہ اسلامی عقائد و احکام کی تعلیم کے لیے ایک جماعت اس کے ہاں روانہ کی جائے۔ ایک مسجد تعمیر کروائی جائے تاکہ امیر المومنین کے نام کا خطبہ برسرِ منبر پڑھا جائے، نیز اس کے ساتھ ایک قلعہ بنوایا جائے تاکہ وہ مخالف بادشاہوں کی فتنہ پردازیوں سے اپنی مدافعت کر سکے۔

خلیفہ المقتدر باللہ نے حاکمِ بلغار کی درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے چار افراد کا ایک وفد تشکیل دیا جس کی قیادت سوسن الرّسی کے ہاتھ میں تھی۔ وفد کے باقی تین ارکان میں سے ایک شخص احمد ابن فضلان تھا جو حاکمِ بلغار اور راستے میں دوسرے حکمرانوں کے سامنے خلیفہ کے مکتوب پڑھنے، تحائف پیش کرنے، راستے میں فقہاء و معلّمین کی خدمت گزاری اور حاکمِ بلغار کو مسجد و قلعہ کی تعمیر کے

لیے رقم ادا کرنے کا ذمہ دار تھا۔ احمد ابن فضلان نے اس سفارت کی یادداشتیں لکھیں جو یاقوت حموی (م ۱۲۲۹ء) مؤلف "معجم البلدان" کے وقت تک باسانی دستیاب تھیں اور یاقوت حموی نے ان یادداشتوں سے اپنی معجم میں استفادہ کیا تھا۔ [۲]

ابن فضلان کون تھا، کہاں پیدا ہوا، زندگی میں کیا مصروفیات رکھتا تھا اور کب فوت ہوا؟ معاصر لٹریچر سے ان بنیادی سوالوں کا کوئی جواب نہیں ملتا تاہم یاقوت حموی اور بعض دوسرے اہل قلم کی کتابوں میں ابن فضلان کی سفری یادداشتوں سے ماخوذ معلومات نے اہل علم اور بالخصوص مستشرقین کے حلقوں میں ابن فضلان کے بارے میں تحقیق و جستجو کو ہوا دی۔ یورپ کی مختلف زبانوں میں اس کے بارے میں مضامین شائع ہوتے رہے مگر پہلی بار ۱۹۲۴ء میں ابن فضلان کی سفری یادداشتوں یا سفر نامے کے بارے میں یہ اطلاع سامنے آئی کہ اس کا ایک نسخہ مشہد (ایران) کے کتب خانے میں موجود ہے۔ ۱۹۳۹ء میں بشکیر عالم اور سیاسی رہنما احمد زکی ولیدی طوغان (م ۱۹۷۰ء) نے سفر نامے کا عربی متن اور اس کا جرمن ترجمہ و تشریح شائع کی۔ [۳] بعد میں اس کے تراجم کئی زبانوں میں کیے گئے۔

عربی متن کی اوّلین اشاعت کے تقریباً بیس سال بعد ایک شامی فاضل سامی الدہان نے المجمع العلمی العربی دمشق کی جانب سے اسے دوبارہ شائع کیا اور اوّلین اشاعت کو مشہد کے مخطوطے سے ملا کر تصحیح و تہذیب کا فریضہ انجام دیا۔ ثانی الذکر اشاعت سے جناب نذیر حسین نے اِسے اردو میں منتقل کیا ہے۔ [۴]

ابن فضلان کے سیاحت نامے کا جو نسخہ دستیاب ہے، اِس میں صرف بغداد سے حاکم بلغار کے دربار تک جانے کی روداد ملتی ہے۔ واپسی پر سفر کیسے کیا گیا، اور یہ سفارت کب بغداد واپس پہنچی، اس بارے میں کوئی معلومات دستیاب نہیں۔ اس لیے ایک رائے یہ ہے کہ سیاحت نامے کا مخطوطۂ مشہد نامکمل ہے یا یہ وہ مختصر رپورٹ ہے جو بغداد واپس آنے پر خود ابن فضلان یا کسی دوسرے نے مرتّب کی اور اس میں واپسی کے سفر کا ذکر مناسب خیال نہ کیا گیا۔

قطع نظر اس سے کہ احمد ابن فضلان کا سیاحت نامہ ناقص ہے، مگر جو کچھ اس نے لکھا ہے، از حد قیمتی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار ایم - کنرڈ کے الفاظ میں ابن فضلان کی یہ سفری یادداشتیں [۵]

> تاریخی، جغرافیائی اور نژادی جغرافیے کے اعتبار سے بڑی دلچسپی کی حامل ہیں اور ابن فضلان کے بیان سے ظاہر ہے کہ وہ غیر معمولی مشاہداتی قوت اور سوال طلب ذہن کا مالک تھا۔ جس کے نتیجے میں وہ خزروں، روسیوں اور دوسرے لوگوں کے بارے میں، جن سے وہ خود ملا یا جن کے بارے میں دورانِ سفر میں باتیں سنی تھیں، از حد اہم معلومات اکٹھی کر لایا۔

احمد ابن فضلان نے جاہل اور وحشی قبائل کے بارے میں بعض ایسی باتیں ریکارڈ کی ہیں جو تہذیب سے گری ہوئی ہیں تاہم اس دور کے نژادی جغرافیہ اور سماجیات کے طالب علموں کے لیے بہت اہم ہیں۔

احمد ابن فضلان نے ۱۱ صفر ۳۰۹ھ / ۲۱ جون ۹۲۱ء کو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بغداد سے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ وہ مختلف شہروں —— نہروان، ہمدان، رے، سرخس، مرو اور بیکندے ہوتے ہوئے بخارا پہنچے، جہاں سامانی حکمران نصر بن احمد (۹۱۳ء - ۹۴۳ء) سے ملاقات کی۔ خلیفہ کا پیغام پڑھ کرا کے سنایا اور بعض سرکاری امور نپٹائے۔ بخارا سے خوارزم گئے۔ دونوں جگہوں کے رائج الوقت سکوں کے بارے میں ابن فضلان نے فرق بتایا ہے۔ ابن فضلان کے الفاظ میں[6]

> بخارا میں کئی قسم کے درہم چلتے تھے، ایک قسم کا نام غطریفیہ[7] تھا جو پیتل کا، سمورم بنا ہوا تھا۔ قیمت میں سو غطریفی درہم چاندی کے ایک درہم کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ مہر کی شرطیں اس قسم کی تھیں
>
> "فلاں بن فلاں نے فلانہ بنت فلاں سے اتنے ہزار غطریفی درہم پر شادی کی ہے۔"
>
> —— خوارزم کے درہم ردی پیتل اور سکے وغیرہ کے بنے ہوئے تھے، اُن کو لوگ طازجہ کہتے ہیں۔ وزن میں ساڑھے چار دوانق کے برابر ہوتے ہیں۔ صراف چھوٹے دوانق، دوامات اور دراہم کا کاروبار کرتے ہیں۔

بخارا سے جرجانیہ گئے۔ دریائے جیحون کا پانی منجمد ہو گیا تھا۔ برف کی اونچائی سترہ بالشت تھی جس پر گھوڑے، گدھے اور خچر بے تکان چلتے تھے۔ ابن فضلان نے شہر جرجانیہ کے بارے میں بتایا ہے کہ

> شہر میں سخت سرد ہوائیں چل رہی تھیں۔ برف باری ہوتی تو ہوا اور بھی تند و تیز ہو جایا کرتی۔ جب کوئی آدمی کسی کی تواضع اور خاطر داری کرنا چاہتا تو کہتا "میرے پاس چلے آؤ، بیٹھ کر باتیں کریں گے، میرے پاس بہت اچھی آگ جل رہی ہے۔"

۲ ذوالقعدہ ۳۰۹ھ / ۴ مارچ ۹۲۲ء کو جرجانیہ سے ترکستان کے لیے روانہ ہوئے۔ قافلے میں ترک بھی تھے۔ ابن فضلان نے جب اپنے ایک ساتھی ترک سے کہا کہ دوسرے ترک کو کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ" پڑھنے کے لیے کہے تو اس پر وہ ہنسا اور کہا کہ اگر وہ یہ جانتے تو ضرور پڑھتے۔ پندرہ دن کے مسلسل سفر کے بعد چٹیل میدانوں اور پہاڑوں سے گزرتے ہوئے غزیہ ترکوں کے ہاں پہنچے۔

> [غزیہ] ایک قسم کے بدّو تھے۔ ان کے خیمے بالوں وغیرہ کے تھے، ان کو ایک جگہ قرار نہ تھا۔ کبھی ایک جگہ خیمہ زن ہوتے تو کبھی دوسری جگہ۔ اُن کی گزران تنگ تھی۔ اُن کی حالت گم کردہ راہ خچروں کی سی تھی۔ اُن کا نہ کوئی دین تھا نہ معبود۔ نہ

انہیں عقل تھی۔ یہ اپنے بڑوں کو رب کہا کرتے۔ ان میں سے کوئی اپنے سردار سے مشورہ پوچھتا تو کہتا "اے میرے رب میں یہ کام کرنا چاہتا ہوں" یہ لوگ صلاح و مشورہ سے سارے کام انجام دیتے ہیں۔ بعض اوقات جب کسی بات کا فیصلہ ہو جاتا ہے یا کوئی صلاح ٹھہر جاتی ہے تو چھوٹے لوگ آن کر اِس فیصلہ کو توڑ ڈالتے ہیں۔ میں نے ان ترکوں کو کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی پڑھتے ہوئے سنا۔ یہ کلمہ وہ اعتقاد سے نہیں پڑھتے بلکہ مسلمان مسافروں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کلمہ شریف دہرا دیتے ہیں۔ کسی پر ظلم یا جور و تعدّی ہوتا ہو تو وہ آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہتا ہے "بیر تنکری" جس کے معنی ترکی زبان میں "اللہ واحد" کے ہیں۔ "بیر" کے معنی واحد اور "تنکری" کے معنی اللہ ترکی زبان میں ہیں۔

ابن فضلان نے غزیہ ترکوں کی عجیب و غریب عادات، جنسی زندگی اور بالخصوص مسلمانوں کے ساتھ رویّوں پر بحث کی ہے۔ جرجانیہ کے ولی عہد کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا مگر جب رعایا نے اسے سردار ماننے سے انکار کر دیا تو مرتد ہو گیا۔ ابن فضلان اور اس کے ساتھی مختلف بااختیار افراد سے ملتے، انہیں تحفے تحائف پیش کرتے اور چکنی چپڑی باتیں کر کے جان بچاتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ ترکوں کے قبیلے باشقرد [بشکیر؟] میں پہنچے۔ ان کے بارے میں ابن فضلان نے لکھا ہے کہ

> ہم ان سے بہت ڈرتے تھے۔ کیونکہ یہ خبیث ترین اور غلیظ ترین انساں تھے۔ ان کو قتل میں باک نہ تھا۔ یہ لوگوں کی کھوپڑیاں توڑ کر لے جایا کرتے تھے۔ یہ ڈاڑھی منڈاتے اور جوئیں کھاتے تھے۔ کُرتے کی درزوں میں جوئیں تلاش کرتے اور دانتوں سے چبا لیتے تھے۔
>
> ان میں ایک شخص مسلمان ہو گیا تھا اور ہماری خدمت کیا کرتا تھا۔ میں نے ایک دن دیکھا کہ اس نے اپنے کپڑے میں ایک جوں دیکھی، پکڑ کر اپنے ناخن سے ماری اور کھا گیا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ بہت ہی لذیذ ہے۔

بالآخر مختلف شہروں سے گزرتے ۱۲ محرم ۳۱۰ھ / ۱۲ مئی ۹۲۲ء کو شاہ بلغار کے شہر پہنچے۔ جرجانیہ سے یہاں پہنچنے میں ستر دن لگے تھے۔ ابن فضلان نے ان لوگوں کو صقالبہ [سلاف] قرار دیا ہے اور علاقے کو "بلغار" بتایا ہے۔ ابن فضلان اور ان کے ساتھیوں نے جب شاہ بلغار پر واضح کیا کہ خطبۂ جمعہ میں اس کا نام آنا چاہیے تو ابن فضلان اور اس کے درمیان دلچسپ گفتگو ہوئی۔ ابن فضلان کے بیان کے مطابق

بادشاہ نے مجھ سے پوچھا کہ میرے لیے کس طرح خطبہ پڑھا جائے۔ میں نے جواب دیا۔ آپ کا اور آپ کے باپ کے نام کا ذکر کر دیا جائے۔ کہنے لگا "میرا باپ تو کافر تھا۔ میں یہ نامناسب سمجھتا ہوں کہ اس کا نام میرے نام کے ساتھ منبر پر لیا جائے۔ میں اپنا نام لینا بھی ناپسند کرتا ہوں کیونکہ جس نے میرا نام رکھا تھا وہ بھی کافر تھا۔" لیکن مجھے بتایے کہ امیر المومنین کا کیا نام ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اُن کا نام جعفر ہے۔ پوچھنے لگا کہ آیا میں اُن کا نام لے سکتا ہوں میں نے اثبات میں جواب دیا تو کہنے لگا میں بھی یہی نام رکھوں گا اور اپنے باپ کا نام عبداللہ۔"

چنانچہ خطبے میں "جعفر بن عبداللہ، شاہ بلغار، خادمِ امیر المومنین" کے الفاظ کہے جانے لگے۔

ابن فضلان نے اپنے سیاحت نامے کے آخر میں عجائبات و مشاہدات اور اہل روس کے بارے میں دلچسپ معلومات دی ہیں۔ ایک دن ابن فضلان نے بادشاہ سے پوچھ لیا کہ اُن کا ملک تو بڑا ہے اور آمدنی بھی وافر ہے مگر قلعے کی تعمیر کے لیے امیر المومنین المقتدر باللہ سے کیوں امداد طلب کی ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ "اسلامی مملکت عروج پر ہے اور اس کی آمدنی بھی حلال طریقوں سے جمع ہوتی ہے۔ اس واسطے میں نے عرض داشت گزاری۔ اگر میں اپنے مال بلکہ سونے اور چاندی سے بھی قلعہ بنوانا چاہوں تو میرے لیے کوئی دشوار نہ تھا میں تو مسلمانوں کے مال سے برکت حاصل کرنا چاہتا تھا، اس لیے میں نے امیر المومنین کو یہ تکلیف دی تھی۔"

ابن فضلان کا سیاحت نامہ گو بہت مختصر ہے مگر اپنے دامن میں ایسے بیانات اور حکایات رکھتا ہے جو کہیں اور مذکور نہیں ہیں۔

حواشی

۱۔ ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ، دعوتِ اسلام (مترجم ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ)، لاہور: محکمۂ اوقاف حکومتِ پنجاب (۱۹۷۲ء)، ص ۲۴۱

۲۔ دیکھیے "معجم البلدان"، مادہ "بلغار"

۳۔ احمد زکی ولیدی طوغان Ibn Fadlan's Reisebericht، لیپزگ (۱۹۳۹ء)

۴۔ "تیسری صدی ہجری کا سیاحت نامۂ روس"، لاہور: نقاش اکیڈمی (۱۹۶۹ء)، ۸۰ ص

مترجم نے اسے تیسری صدی ہجری کا سیاحت نامہ قرار دیا ہے حالانکہ سفر کا آغاز ۳۰۹ھ میں ہوا اور تقریباً ایک سال بعد ابن فضلان اور اس کے ساتھی منزل مقصود یعنی بلغار پہنچے تھے۔ اس طرح یہ سفر نامہ تیسری نہیں بلکہ چوتھی صدی ہجری کے پہلے عشرے کا ہے۔

جناب مترجم نے دیباچے کے آخر میں ۱۹۶۶ء کی تاریخ ڈالی ہے اور خاتمہ کتاب پر ۲۰ مئی ۱۹۶۹ء کی تاریخ درج ہے مگر اس اردو ترجمے پر کوئی تبصرہ ۱۹۶۹ء سے پہلے شائع نہیں ہوا، اس لیے گمانِ غالب یہی ہے کہ دونوں تاریخوں میں سے صحیح ۱۹۶۹ء ہے۔

۵۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (اشاعت جدید)، لائڈن (۱۹۷۱ء)، جلد ۳، ص ۷۵۹

۶۔ سیاحت نامۂ ابن فضلان کے جملہ اقتباسات اردو ترجمے سے لیے گئے ہیں۔

۷۔ غطریف بن عطاء، رشید کے زمانے میں خراسان کا گورنر تھا۔ اُس نے غطریفی درہم چلائے تھے۔ ایک درہم چھ دوانق کے برابر اور ایک دانق ۱۲ قیراط کے برابر تھا۔ [نذیر حسین (مترجم)، سیاحت نامۂ روس احمد بن فضلان]، ص ۱۵

ایک قیراط کو فقہاء نے "پانچ جو" کے برابر قرار دیا ہے۔ [دیکھیے: مفتی محمد شفیع، اوزانِ شرعیہ، کراچی: ادارۃ المعارف (۱۳۹۱ھ)، ص ۴]